سود کی تباہ کاری اور بینکاری کا متبادل نظام

مولانا محمد مراد صاحب ہالیجوی

زیر مطالعہ مضمون مولانا محمد مراد ہالیجوی صاحب کا تحقیقی مقالہ ہے۔ جوانہوں نے بنوں فقہی کانفرنس کے موقع پر خود ہی پیش کیا تھا۔ چونکہ یہ قیمتی مضمون اب تک المباحث الاسلامیہ یا دیگر کسی کتاب ورسالے کے صفحات کی زینت بننے کا موقع نہ پا سکا تھا۔ اس لئے قارئین المباحث کے لئے حضرت کا یہ قیمتی مقالہ استفادۂ عام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ نیز بنوں فقہی کانفرنس کے تمام گراں قدر مضامین کو استفادۂ عام کے لئے کتابی شکل میں جلد منظرِ عام پر آنے کی بھی خوشخبری دی جاتی ہے۔ (ادارہ......)

سود کی حرمت اسلام کے قطعی مسائل سے ہے۔ جس کی حرمت میں شک کرنا کفر اور حرام جانتے ہوئے عمل کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کا سودی نظام کے خاتمہ والا فیصلہ قابل ستائش ہے اور ایک زندہ کرامت سے کم نہیں۔ لیکن پاکستان کے ارباب اقتدار اس فیصلہ پر نہایت غم خوردہ اور طیش زدہ ہیں اور اس فیصلہ کو ناقابل عمل بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اگر اس فیصلہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو سرمایہ دار طبقہ اپنے سرمایہ کے تحفظ اور اضافہ میں سرگردان و پریشان ہیں۔ اور سودی نظام بینکاری کا اصل الاصول ہے اس لئے سرمایہ دار طبقہ منافقانہ انداز میں اسلامی مالی نظام کا زبانی معترف ہے لیکن دل ہی دل میں اس نظام سے خائف ہے۔ اس لئے ان درپردہ معاندین اسلام کے سامنے اسلامی مالی نظام کی لاکھوں حکمتیں بیان کی جائیں وہ دلی طور پر ماننے کے لئے تیار نہیں محض بڑا خفش کی طرح گردن ہلانے پر اکتفاء کرتے ہیں اگر اس صورت حال کو سامنے رکھ فقہ اسلامی سے کوئی ایسی مضبوط ضمانت دی جائے کہ تمہارا سرمایہ محفوظ رہے گا تو شاید وہ آمادہ تسلیم ہو جائیں۔

ہمارے ائمہ عظام اور علماء کرام نے سود (ربوا) کی قباحتیں واضح اور کھول کر بیان فرمائی ہیں جس میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن اسلام کا عادلانہ نظام بھی تو ہے اس بھی کھول کھول کر بیان کیا جانا چاہیے تاکہ متوازن صورت سامنے آئے۔

اسلام مالی نظام:

اسلامی مالی نظام تو سرمایہ دار اور نادار افراد کو مخلوق خداوندی قرار دیکر باہمی تعاون اور ہمدردی کا درس دیتا ہے جس پر پیرو ہونے میں سرمایہ بھی بڑھتا ہے اور عوام غرباء اور مساکین کا استحصال بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پورا اسلامی نظام

دیانت اورامانت پر استوار ہے جبکہ موجودہ سامراجی نظام دولت میں دیانت وامانت مثل عنقا مفقود ہے اس لئے موجودہ فرسودہ نظام فرنگی کو برقرار رکھنا مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔

ماضی قریب میں اسلامی مضاربت متعارف کرائی گئی اور چند خداترس اور متقی افراد نے سرمایہ بھی مہیا کیا لیکن بددیانت اور بد باطن مضاربت کمپنیوں نے جو کچھ کیا وہ سب پر عیاں ہے ایسی صورت حال میں مستحب واولی نہیں تو مکروہ تنزیہی صورت پیدا کرنا میری ناقص رائے میں اسلامی خدمت ہوگی جس سے سرمایہ دار بھی مطمئن رہیگا اور منافع بھی محفوظ رہیگا۔ یہ طریقہ ان سرمایہ داروں کے لئے ہوگا جو سود کے عادی ہیں اور سودی (حرام) کاروبار میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے اور دھڑادھڑ کر رہے ہیں۔تو یہ لوگ حرام سے بچ کر مکروہ تنزیہی تک آجائیں گے۔ ہاں باقی جو لوگ خوف خدا رکھتے ہیں اور ساتھ ہی خلق خدا سے الفت اور ہمدردی رکھتے ہیں ان حضرات کے لئے بہترین اسلامی اصول بیان کرتا ہوں تاکہ یہ لوگ حلال سے مکروہ کیجانب لے جانے والے گناہ کے ارتکاب سے بچ سکیں۔

اسلام نظام معیشت میں بچت اور سرمایہ کا بہترین مصرف:

قال اللہ تعالیٰ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۹)

یعنی اپنی ضروریات سے زائد مال اللہ کے راہ میں دو اسلام ترغیب دیتا ہے کہ اپنی ضروریات سے زائد مال غریبوں، مسکینوں ،یتیموں، رشتہ داروں، اسیروں میں ثواب کی نیت سے صدقہ کردو لیکن ترغیب ہے وجوبی قانون نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص مستغنی مزاج اور متوکل علی اللہ ہے تو بے شک مال خرچ کردے کوئی ممانعت نہیں اور اگر حالات قحط ایسے ہوں تو سارا مال خرچ کرنا افضل تو ہے اور اعلیٰ بھی! لیکن ایسے حالات میں میں بطور وجوبی قانون نافذ ولاگو کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں یہ قانون بدرجہ استحباب وترغیب رہے گا۔

اس مسئلے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ صحابی رسول ﷺ کا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ سے اختلاف صرف اتنا ہی تھا کہ ہر حال میں بچت سرمایہ (ضروریات سے زائد) اللہ کی راہ میں خرچکرنا بقول انکے وجوبی حیثیت رکھتا تھا اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں تو وجوب کے قائل تھے مگر عام حالات میں استحباب کے قائل تھے۔

اسلامی نظام معیشت میں بچت مال کا دوسرا مصرف:

اسلامی نظام کا دوسرا معیشت بچت سرمایہ کے لئے دوسرا مصرف یہ بیان کرتا ہے کہ اگر پورے کا پورا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرسکتے اور دوسری وجوبی عبادت میں خرچ کرنے کے بعد جو مال بچت ہو تو وہ ضرورت مند افراد کو بطور قرض دیدیں (تاکہ ارتکاز مال نہ ہوسکے) تمہارا سرمایہ بھی محفوظ اور صدقہ کرنے کی ثواب بھی حاصل اور بوقت ضرورت واپس لینے کی سہولت بھی موجود۔ واپس لینے کی سہولت بھی موجود۔اللہ تعالی نے فرمایا

من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا (الایۃ سورۃ حدید ۱۱)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دیدے۔

اسلامی نظام معیشت میں بچت سرمایہ کا تیسرا مصرف:

اس میں اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ اگر تم پورا مال صرف نہیں کر سکتے اور قرض حسنہ بھی نہیں دے سکتے اور اپنے مال میں اضافہ بھی چاہتے ہو اور تجارت کے لئے خود تجربہ اور وقت بھی نہیں رکھتے تو ایسی حالت میں تم اپنا مال مضاربت میں لگا دو کوئی فارغ تجربہ کار آدمی کاروبار سنبھالے اور نفع ونقصان میں آپ کے ساتھ حصہ دار ہوتا کہ جانبین کی بھلائی ہو سکے تو ایسا کاروبار نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن بھی ہے۔ خود صاحب الشرع علیہ التحیۃ والسلام نے اپنے زندگی کا آغاز ایسی ہ مضاربت سے کیا ہے اور کلام محکم بھی ایسے ہی ارشادات دیتا ہے۔

واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ (سورۃ زمر الایۃ ۲۰)

واذا ضربتم فی الارض (الایۃ سورۃ النساء) میں ارشاد موجود ہے۔

مضاربت کیا ہے؟

مضاربت یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا سرمایہ لگائے اور دوسرا آدمی اپنی محنت صرف کرے اور نفع ونقصان میں شراکت ہو تو یہ مضاربت کہلاتی ہے اس طریقہ پر ارتکاز مال (سرمایہ داری) بھی نہ ہوگا۔

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء۔ اور روزگار کے مواقع بھی عام ہوں گے جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود مضمر ہے اور اس میں یہ صورت رکھی گئی ہے کہ نفع میں محنت کش اور مالک شریک ہوں اور نقصان سرمایہ دار کے ذمہ لگایا جائے کیونکہ محنت کش پر بے جا بوجھ ڈالنا خلاف عدل ہے اسلامی نظام عدل و دولت کو ایک جگہ مجتمع ہونے سے روکنا ہے اور اکتناز مال کی وعید بیان کرنا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ الایۃ.

چونکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور دولت سے ساری مخلوق خدا کی ضروریات وابستہ ہیں۔ اسلامی نظام عدل میں اس بات کی بالکل اجازت نہیں کہ ایک آدمی اپنی کتوں کو گوشت مکھن کھلائے اور دوسری طرف آدمیوں کے بچے نان شبینہ کے لئے تڑپ رہے ہوں۔

ایک آدمی اپنے علاج کے لئے لندن اور امریکہ جائے اور دوسری طرف غریبوں کے معصوم و مجبور افراد خانہ اسپرو کی گولی تک محروم ہوں اور تڑپ تڑپ کے بچے والدین کی گود میں دم توڑ دیں۔

ارتکاز دولت کیا ہے:

ارتکاز دولت یہ ہے کہ دولت سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں مقید ہو کر رہ جائے۔ دولت کو ارتکاز سے کیسے روکا جائے اس کے لئے چند اصول عمل میں لانا نہایت ضروری ہیں۔

۱) حصول دولت کے لئے حلال وحرام کی تفریق قائم کی جائے اسلام نے حلال ذرائع روزگار کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب بھی دی ہے لیکن حرام ذرائع سے مال کمانے کی ممانعت اور حوصلہ شکنی کی ہے۔ اور ایسے ذرائع کو سختی سے ختم کرنیکی تنبیہ کرتا ہے اور پابندیاں بھی عائد کرتا ہے اسلامی نظام معیشت میں حرام طریقہ سے حاصل کردہ دولت سرمایہ دار کی گرفت سے باہر رہے گی اور وہ حصہ دولت جو جائز ذرائع سے حاصل شدہ ہے وہ متوسط اور غرباء افراد کا رخ کرے گا اور دوسرے تمام ذرائع مثلا جوا، سٹہ، سود، رشوت، خیانت اور ان جیسے تمام راستے مسدود اور بند ہو جائیں گے اور ایسا سرمایہ جائز ذرائع سے رفاہ عامہ کی طرف منتقل ہوگا۔ اسلامی مالی نظام میں جائز ذرائع سے دولت کمانے میں حرص وہوس کی بھی گنجائش نہیں بلکہ ایسے حریص افراد کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے تاکہ وسائل روزگار چند افراد کے ہاتھوں میں محبوس نہ ہو جائیں اور چند حریص افراد کی اجارہ داری نہ قائم ہو جائے اور محروم افراد کے لئے مالی مسابقت کا میدان کھلا رہے۔

۲) اسلام انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی تاکید وترغیب دیتا ہے تاکہ حلال ذرائع سے کمایا ہوا مال محروم طبقہ کے استعمال میں آسکے اور دولت پورے معاشرے میں گردش کرتی رہے۔

۳) اسلامی قانون وراثت بھی دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہونے کو منع کرتا ہے جس کی مثال اس طرح سمجھنی چاہیے کہ ایک جاگیردار ایک لاکھ ایکڑ زمین کا مالک ہے اور اسکے پانچ لڑکے ہیں اگر وہ جاگیردار فوت ہو جائے تو اسکی ملکیت بیس ہزار ایکڑ فی فرد (بیٹے) کے حساب سے تقسیم ہوگی اس طرح بعد میں نسل درنسل گردش (تقسیم) ہوتی رہے گی یہاں تک کہ وہ جاگیردار گذارہ یونٹ تک پہنچ جائے گا ایسے ہی نقدی اور دوسری املاک کو قیاس کرنا چاہیے۔

ربوا کیا ہے:

لفظ ربوا ربا یا ربو رباء اور ربوۃ سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی بڑھنے اور اضافہ کے آتے ہیں اور ر۔ب۔و کے مادہ میں زیادتی اور بڑھوتری کے معنی شامل ہیں اور قرآن کریم میں ایسے ہیں بیان کیا گیا ہے۔

وما اتیمتم من ربا لیر بو فی اموا ل الناس فلا یربو عند اللہ (الایۃ سورۃ روم آیت نمبر ۳۹)

یعنی جو مال تم بڑھنے کے لئے دیتے ہو اللہ کے ہاں بڑھتا نہیں ہے اور ربوا اصطلاح شرع میں **ھو مبادلۃ المال بالمال متفاضلاً** اس طرح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک شخص کو مصور (فوٹوگرافر) سے فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن ذی روح کی تصاویر بنانے والے کو سخت عذاب کریں گے تو وہ مصور **فربا الرجل ربوۃ** یعنی وہ شخص خوف سے پھولنے لگا۔

اسلام میں چند شرائط سے ربوا ثابت ہوتی ہے جو یہ ہیں۔

۱) کہ زیادتی متحد الجنس میں ہو اگر اجناس مختلفہ میں ہوتی تو ربوا سود ثابت نہ ہوگا۔

۲) وہ زیادتی متعین اور مقرر ہو اگر نفع ونقصان میں شرکت کی بنیاد پر ہوگی تو وہ شرکت معاوضہ کہلائی گی جو جائز ہے۔ (ایک فریق مال دے اور دوسرا فریق اپنی محنت پیش کرے تو اس میں نفع طے شدہ حصہ کے مطابق سرمایہ دار اور ناظم کار میں تقسیم ہوگا اور نقصان سرمایہ دار پر ہوگا)۔

۳) وہ اضافہ مشروط جو سرمایہ دینے کے وقت مقروض پر شرط کیا جائے اگر بلا شرط مقروض اپنی طرف سے کوئی زیادتی احساناً دیدے تو شرعاً یہ حسن الوفاء ہوگی جو مستحسن ہے اور خود نبی علیہ السلام ﷺ کے عمل سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے عن جابر و کان لی علیه دین فقضانی وزادنی یعنی آپ ﷺ نے مجھے قرض ادا کیا اور زیادہ بھی دیا لیکن ایسا اضافہ ممنوع ہے جس میں مذکورہ بالا تین شرائط پائی جائیں۔

ممنوع اضافہ یعنی سود لینے میں ستر خرابیاں ہیں جن میں کم سے کم اپنی سگی ماں کیساتھ زنا کرنے کے برابر نعوذ باللہ من ذلک. جیسے کہ حدیث میں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الربوا سبعون حوبا ايسر ها ان ينكح الرجل امه (ابن ماجہ صفحہ ۱۶۵)

خلاصہ ویاج (سود) وہ رقم یا اضافہ ہے جو اصل مالیت (راس المال) سے زائد مشروط کیا جائے سود کی دو قسم ہیں۔

۱) ذاتی ضرورت کے لئے لی گئی رقم پر جسے رہاض یا صرفی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ سود ہے جو ضرورت مند افراد اپنی ذاتی ضروریات مثلاً خوراک، لباس، علاج، تعلیم وغیرہ کے لئے بطور قرض لیتے ہیں۔ اور ظالم سود خوار وقتی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کڑی شرائط پر قرض دیتے ہیں یہ ظالمانہ طریقہ ہر مذہب وملت میں ظلم وتعدی شمار کیا جاتا ہے یوں ضرورت مند افراد مجبور اظلم کی چکی میں پستے جاتے ہیں۔

۲) دوسری قسم پیداواری سود ہے یہ سود ایسے افراد جو اپنی زراعت، تجارت، صنعت بڑھانے کے لئے بنکوں سے قرضہ کی شکل لیتے ہیں اور منہ مانگا سود ادا کرتے ہیں یہ قرضا گرچہ کاروبار بڑھا کر زیادہ دولت حاصل کرنے کے لئے لیا جاتا ہے چند مغرب زدہ اذہان اس سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک دولت کمانے والا اپنی کمائی سے تھوڑا سا حصہ دیدے تو کیا حرج ہے اب حرام قرار دینا کیونکر درست ہوسکتا ہے لیکن وہ یہ حقیقت بھول جاتی ہیں یا نہیں جانتے کہ حرمت سود کی وجہ کیا ہے؟ سود کسی بھی قسم کا صرفی یا تجارتی بہرصورت مضرر ساں اور نقصان دہ ہے اگرچہ شیطانی آنکھ سمجھتے ہیں تسویل وتلبیس کا شکار ہو جاتی ہے سود اگرچہ بنظر ظاہر کم لگتا ہے لیکن اسکی حقیقت غریب اور مظلوم کے خون سے تیار ہوتی ہے کسی کا تھوڑا سا خون چوسنا کس منطق سے جائز ہوسکتا ہے ایک مغربی

ماہر معاشیات نے سود کی قباحت واضح کرنے کے لئے ۱۹۴۲ء کو ایک جرمن بنک میں ایک سو سات فی صد سود پر ۲۵۰ برس کے لئے رکھوائے اور بنک سے معاہدہ کیا کہ اڑھائی سو سال بعد یعنی ۲۲۲۲ء میں یہ رقم بمع سود میرے ورثاء میں تقسیم کر دیجائے جو کہ ٹوٹل رقم دو ارب اکیس کروڑ اٹھاسی لاکھ دو ہزار چار سو بنتی ہے۔ (۲۲۱۸۸۰۲۴۰۰) اگر اس رقم کو ۲۵۰ سال پر تقسیم کیا جائے تو سرسری سود ایک سال کا اٹھاسی لاکھ کہتر ہزار چھ سو نو مارک بنتی ہے۔ (۸۸۷۱۶۰۹) اب غور فرمائیں کہ سات فی صد سود کتنا بنتا ہے؟

پاکستان بینک میں اگر کوئی شخص اپنی رقم چودہ برس کے لئے رکھے تو وہ اصل سے مل کر پانچ گنا ہو جائے گی یعنی ایک صد سے پانچ صد اور ایک لاکھ کے پانچ لاکھ اسی طرح بڑھتی جائے گی اگر ہزار روپیہ دو سو باون برس کے لئے رکھوائے جائیں تو تمام بینک بمع اسٹیٹ بینک وہ قرضہ مع سود اداء کرنے کی ہمت نہیں رکھ سکیں گے۔

الحاصل کل پاکستان مالیاتی نظام ایک ہزار کے سود ادا کرنے میں چوڑ ہو جائے گا پھر بھی قرضہ باقی رہے گا۔ اب کوئی سوال کرے کہ اتنی لمبی مدت تک کون اپنا سرمایہ مقید رکھ سکتا ہے؟ خواہ مخواہ فرضی صورتوں سے کیا حاصل؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سرمایا سمٹ کر بینکوں میں جمع ہوتا ہے البتہ کھاتے دار بدلتا رہتا ہے کبھی تو رقم الف کے پاس ہوتی ہے اور کبھی ب، ت، ث کے رہتی ہے بینک سے باہر صرف بیس فی صد سرمایہ گردش میں ہوتا ہے اور اسی فیصد بینک میں جمع رہتا ہے۔

سود کی دوسری خرابی:۔

سود کی دوسری بڑی خرابی یہ ہے کہ قدرتی وسائل اور خام مال پر ناجائز پابندیاں، ٹیکسز وغیرہ لگائی جاتی ہیں جن کی ادائیگی سود کی شکل میں ہوتی ہے اسلامی مالی نظام عدل کا تقاضی تو یہ ہے کہ قدرتی وسائل خام مال وغیرہ مباح الاصل ہوتے ہیں جو چیزیں خودرو اور قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہیں ان کی پرورش اور بڑھوتری میں انسانی عمل دخل نہیں ہو مباح الاصل اور جائز الاستعمال ہوتی ہیں ان پر کسی کو بھی اپنے حق جمانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہے۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً

یعنی جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے تخلیق ہوا ہے البتہ جن اشیاء میں انسانی عمل و دخل ہو اور محنت یا قبضہ ثابت ہو وہ اس کی ملکیت تصور ہوگی اس اصول کے تحت بہت سارے اسلامی قوانین قائم ہیں مثلاً کسی غیر ملکیتی زمین پر کودرع گھاس لکڑیاں پانی وغیرہ اشیاء ہر شخص کے لئے مباح الاصل ہیں اور بلا روک ٹوک جائز الاستعمال ہیں جو شخص بھی وہ گھاس اور لکڑیاں کاٹ کر جمع کرے گا وہ اسکی ملکیت شمار ہوں گی۔

اگر کوئی زمین جو کسی کے قبضہ میں بھی نہیں اور گوٹھ یا شہر کے باشندگان کے مفاد عامہ کے لئے بھی چھوڑی ہوئی نہیں تو جو شخص بھی اس کو آباد کرلے وہ اس کی ملکیت کہلائی گی

کما قال الصادق الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم من احیی ارضا میتة فھی لہ .

جس شخص نے جو غیر آباد زمین آباد کی وہ اسی کی ہے تو ارض میۃ آباد کرنے والے کی شرعی ملکیت ہو گی۔

قدرتی طور پر پیدا ہونیوالی وہ اشیاء جس میں کسی کی محنت وعمل کو دخل نہ ہو وہ شرعاً کسی کی ملکیت نہ ہو گی اس لئے ان کا خرید نا یا فروخت کرنا قبضے سے پہلے ناجائز اور حرام ہے مثلاً پرندہ ہوا میں آزاد اور مچھلی کھلے پانی بغیر شکار کے خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے۔ اگر پرندہ کو کسی شخص نے پرورش کیا یا کسی ذریعہ سے شکار کیا اور قبضہ میں لیا اور مچھلی اپنے تالاب میں خود ڈالی تو اس کی خرید وفروخت جائز اور حلال ہے کیونکہ اسلامی فلسفہ ہی یہ ہے کہ انسان محنت کرے تو وہ محبوب بن جاتا ہے

قال النبی صلی الله علیه وسلم الکاسب حبیب الله

اپنی محنت سے کمانے والا شخص اللہ کا دوست ہے اور محنت کرنے والے کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے قبل ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے حضورﷺ نے فرمایا ہے کہ محنت کش کی مزدوری کھا جانیوالے کی خلاف میں اللہ کے حضور فریادی ہوں گا۔

اس کے علاوہ زنگی سامراجی نظام دولت نے سرمایہ کی قدر کی ہے اور انسانی محنت کو ثانوی اور ادنی حیثیت دی ہے مطلب یہ کہ ان کے نزدیک سرمایہ حاکم اور انسان محکوم کی حیثیت اور درجہ رکھتا ہے اس کی مثال اس سے ملتی ہے کہ ایک شخص نے کسی ادارے یا بینک سے قرضہ لیا اور کاروبار میں لگایا اگر اس کاروبار میں نقصان ہو جائے تو بینک یا ادارہ اصل رقم بمع سود چارج کریگا تو اس کی پوری محنت بغیر فائدہ اور منافع کے غارت گئی اب اگر ادائیگی کے لئے رقم نہیں تو گھر اور جائیداد نیلام ہو گی لیکن رقم مع سود ضرور ادا کرنا ہو گی۔ لیکن اسلامی مالیاتی نظام میں شرکت عنان والی صورت شاہد ہے کہ نقصان سرمایہ دار پر ہو گا اور دوسرے کی صرف محنت ضائع ہو گی۔ البتہ اگر شرکت مضاربت ہے تو نفع بقدر حصہ تقسیم ہو گا اور بصورت نقصان تو اس نقصان کو سرمایہ دار برداشت کریگا محنت کش پر بے جا بوجھ نہ ڈالا جائے گا۔

سود کی تیسری خرابی:

اسلام دولت کو ایک ہاتھ میں جمع ہونے سے روکتا ہے

لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم

مال فیئ کو غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں میں خرچ کیا جائے تا کہ وہ مال دولت مندوں میں ہی گردش نہ کرتا رہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ فاضل مال کو اللہ کی راہ میں دینے کی بڑی فضیلت ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے اگر یہ ہو سکے تو قرض حسنہ کی ترغیب دی گئی ہے جیسے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ضرورت مند کو قرضہ دینا بھی صدقہ کے برابر اجر اور ثواب رکھتا ہے لیکن سامراجی مالی نظام نے دولت جمع کرنے کے لئے سودی نظام رائج کیا ہے۔ اس سودی نظام کے ذریعے روپیہ پیسہ غریبوں سے منتقل ہو کر سرمایہ داروں کے کھاتہ میں جمع ہوتا رہتا ہے اور غریب تو غریب تر ہوتا جاتا ہے اور فقر وفاقہ کا شکار بن کر رہتا ہے اسکی مثال پر غور کریں مثلاً کپڑا ہی کو لیں جو غریبوں اور امیروں کی ستر پوشی کے کام آتا ہے اور بنیادی ضروریات میں شمار ہوتا ہے۔

کپاس اگر جدید ایگریکلچر فارمنگ سسٹم کے تحت کاشت کی گئی ہے تو زمین کی ابتدائی تیاری سے لے کر کپاس کے آخری مراحل تک کتنے سودی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے روئی (پھٹی) کی قیمت سے سود کی ادائیگی ہوتی ہے اور رقم سرمایہ دار کے پاس جمع ہوتی ہے بچی بچائی قلیل رقم کسان کے پلہ میں آتی ہے۔ لیکن کپاس مہنگے دام فروخت ہوتی ہے کیونکہ کوئی بھی مل مالک بغیر بینک قرضہ کے پھٹی خرید نہیں کر پاتا خود مل بھی سودی قرضہ پر تیار ہوئی ہوتی ہے اب کاٹن جیننگ فیکٹری والا اپنے سود ادا کرنے کے لئے مزید سودی سرچارجز لگا دیتا ہے اور اپنا منافع اور لاگت بھی نکالتا ہے بعد میں جب دھاگہ تیار ہوتا ہے اس طرح دھاگے کی تیاری میں بھی سودی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے دھاگہ تیار ہونے کے بعد ٹیکسٹائل مل والا بھی سود پر مال خرید کرتا ہے اور وہ بھی سودی مراحل سے گزر کر کپڑا تیار کرتا ہے اور اپنے تیار شدہ کپڑے پر تمام اخراجات لگا کر اپنے سود اور منافع کے ساتھ کپڑا بازار میں دیتا ہے۔ پھر ڈیسٹیبوٹرز (تھوک فروش) اپنے ضروری سودی مراحل عبور کرتے ہیں بعد ادائیگی سود وضروری اخراجات بمع منافعہ کپڑا پرچون فروشوں کے حوالہ کرتا ہے اور پھر خوردہ فروش یہ سب کچھ ادا کرنے کے بعد کپڑا اپنی دوکان پر سجاتا ہے بعد ان اخراجات لاگت بمع منافع وہ کپڑا ضرورت مند کے ہاتھ میں پہنچتا ہے اور یہ ضرورت مند دگنے دام کپڑا خریدنے پر مجبور ہوتا ہے مثلاً اگر دس روپیہ فی میٹر میں خام مال اور محنت کی قیمت ہے تو تقریباً دس روپیہ سود بھی دینے پر مجبور ہوتا ہے اب بتائیں کہ سودی کاروبار کتنا ظالم اور بے رحم نظام ہے صرف کپڑے ہی کی یہ صورت حال نہیں بلکہ عام ضروریات اصلیہ کا یہی حال ہے۔ چاہے خوراک ہو رہائش علاج ہو یا تعلیم اس منحوس نظام کی بدولت غریب تو غریب تر ہوتا جاتا ہے اور امیر امیر ترین ہوتا رہتا ہے۔

سودی نظام کی چوتھی خرابی:۔

سودی نظام کیوجہ سے اشیاء کی قیمتیں بڑھتی ہیں اور مہنگائی پیدا ہوتا ہے۔ جس کیوجہ سے روزگار کے مواقع کم ہونے لگتے ہیں اور بے روزگاری بڑھ جاتی ہے اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ ایک کارخانہ ایک کروڑ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوتا ہے۔ جس میں بیس آدمی برسر روزگار آسکتے ہیں۔ مہنگائی کی صورت میں وہ کارخانہ دو کروڑ روپیہ میں تیار ہوتا ہے اب دو کروڑ کا سرمایہ ایک جگہ مقید ہو گیا اگر دو کارخانے بنتے تو چالیس افراد برسر روزگار ہو سکتے تھے لیکن سودی نظام کی مہربانی سے بیس افراد روزگار سے محروم ہو گئے اب یہ بے روزگار افراد پریشان ہو کر کسی جرائم پیشہ گروہ کے ہاتھ لگ جائیں گے جن کی وجہ سے جرائم میں زیادتی ہو گی اور امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو گا۔ مزید برآں سودی نظام کا اثر یہ ہو گا کہ صنعت کار اپنے مال کی پیداوار پر اپنی ذاتی لاگت بمع ادائیگی سود لگائے اور قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں گی۔ اور محنت کش افراد کم اجرت پر بھی کام کرنے پر مجبور ہو گا جس سے مزدور طبقے میں بھوک افلاس بدامنی اور بے چینی پیدا ہو گی جس کی بدولت صنعتی امن تباہی کے دہانے پر کھڑا ہو جائے گا۔ پیداوار کم ہونے لگے گی ملکی ترقی یا تو بند ہو جائے گی ورنہ سست ضرور پڑ جائی گی جس سے ملکی معیشت ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف گامزن ہونے لگی گی اُس کی وجہ سے مصنوعات کی مانگ کم ہو جائی گی۔ اور منڈی کساد بازاری کا شکار ہو گی اس کی وجہ سے پیداوار کم کرنا پڑے گی ورنہ منڈیاں مال سے بھر جائیں گی

اس خطرے کو ٹالنے کے لئے لازماً حکومت عوام میں مصنوعی قوت خرید پیدا کرنے کی کوشش کریگی جس کیوجہ سے یوٹیلٹی سٹورز کھولنا صنعت وزراعت سے مختلف رعائتوں کا اعلان کرنا وغیرہ ہوگا۔اس کی وجہ سے خرید تو بڑھ جائے گی لیکن حکومت خود مقروض وکنگال ہو جائے گی اور کشکول فقیرانہ لے کر پوری دنیا کی سیر کرے گی۔یہ سب سودی مالی نظام کی عنایت ہے۔

سودی مالی نظام کی پانچویں خرابی:

اسکی وجہ سے اشیاء صرف میں مصنوعی مہنگائی پیدا ہوگی۔جس کی تفصیل نمبر۴ میں گزر چکی ہے۔

سودی مالی نظام کی چھٹی خرابی:

سودی اخراجات کے پورا کرنے کے لئے محصولات اور ٹیکسز کا سہارا لینا پڑیگا اوران میں بھی اضافہ کرتے رہنے کے بغیر گزارہ نہیں ہوگا۔اس طرح یہ شیطانی چکر چلتا رہے گا جو معاشی خوشحالی کو محض ایک خواب بنا کر رکھ دیگا۔

سودی نظام کی ساتویں خرابی:۔

اسلامی مالی عادلانہ نظام یہ تقاضا کرتا ہے کہ امیروں کا مال غریبوں کی طرف منتقل ہوتا رہے **کی لا یکون دولة بین الاغنیاء** اس امراء پر مختلف طریق سے مال خرچ کرنے کا حکم اور ترغیب دی گئی ہے کبھی زکوٰۃ کی صورت میں کبھی خطرات کی صورت میں کسی وقت روزہ، قسم ظہار اور احرام وغیرہ کے کفارات کی صورت میں مال صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی کوئی شخص اگر احکام میں خلاف ورزی کرے تو اس پر شرعاً کفارہ واجب ہوتا ہے جس کی پوری تفصیل اسلامی فقہ میں موجود ہے یہ مال غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے یہ وجوبی صدقات ہیں۔اس طرح نفلی صدقات اور خیرات کی بار بار تلقین وترغیب دی گئی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ویطعمون الطعام علی حبه** (الایۃ نمبر۷ سورۃ الدہر)۔اس طرح بہت ساری آیات ہیں جن میں انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی تحریص وترغیب دی گئی ہے لیکن آپ اگر سودی مالی نظام کا جائزہ لیں تو وہ اس کے بالکل برعکس پائیں گے۔

بلاسود بینکاری نظام کیسے چلے گا؟

اس کے لئے یہ طریقہ ہے کہ تمام بنکو موجود رہیں گی کیونکہ ان کی ضرورت پھر بھی اس طرح رہے گی جیسے اب ہے۔ہاں ان کو چلانے کے لئے چند تجاویز درج ذیل ملاحظہ کریں۔

۱) مال کی حفاظت:

آج کا دور بدامنی کا دور ہے جس میں مال کا تحفظ کارے دارد ہے کوئی شخص اپنا قیمتی مال ودولت بغرض حفاظت بینک میں رکھے اور بینک مناسب اور جائز اجرت لے۔

۲) ترسیل زر:

ایک شہر سے دوسرے شہر رقم کا انتقال آسان کام نہیں ہے یہ کام بینک کے ذریعہ آسانی سے سرانجام ہوسکتا ہے۔

۳) بیرون ممالک کاروباری لین دین:

بیرونی ممالک میں کاروباری لین دین کی اہم خدمات بذریعہ بینک انجام دی جاسکتی ہیں کیونکہ کوئی فرد یا قوم یہ کام با آسانی انجام نہیں دے سکتی ہے سیفٹی اور تیز رفتاری سے کام کا ہونا بینک کے ذریعہ ہی آسان رہیگی، کیونکہ عوام الناس کی بہتری اسی میں ہے۔

۴) سرکاری واجبات کی اصولی:

بجلی، گیس، ٹیلیفون اور دوسری لائسنس فیسز وغیرہ میں واجبات کی وصولی بینکوں کے ذریعہ ہی آسان رہیگی کیونکہ عوام الناس کی بہتری اس میں ہے۔

۵) قیمتی اشیاء (زیورات ونوادرات وغیرہ) کی امانت وحفاظت:

بینک یہ کام بھی لاکرز وغیرہ کے ذریعہ بخوبی انجام دے سکتے ہیں اور دیتے رہے ہیں چونکہ اشیاء کی از خود حفاظت لوگوں کے بس کی بات نہیں رہی اور بسیار خطرات کا سبب ہے۔ اسی لئے ان تمام فوائد ومقاصد کے حصول کے لئے بینک یہ کام بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں اوضرورت مند افراد ان تمام مشکلات سے بچنے کے لئے مناسب معاوضہ پر یہ کام لے سکتے ہیں۔

۶) تجارتی وصنعتی مال کی درآمد وبرآمد:

تجارتی فرموں اور کمپنیوں کا باہر سے آنیوالہ مال بندرگاہ، ائیر پورٹ یا دوسرے اسٹیشنوں سے آزاد کرا کے اپنے گاہکوں تک پہنچانے میں بینک اہم کردار ادا کرسکتے ہیں اسی طریقہ پر بہت سی فرموں اور کمپنیوں کا کام با آسانی سرانجام ہوسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بہت سارے مفید کام بینک انجام دے سکتے ہیں جن سے جائز آمدنی بھی حاصل کی جاسکتی ہے اور سودی نظام سے احسن طریقہ سے گلو خلاصی ہوسکتی ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے تجویز کردہ دس بنیادی اساس:۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے جو دس بنیادی مجوزہ نکات پیش کئے ہیں ان پر بھی ایک نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔

۱) پہلی تجویز:۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے مطابق پہلا متبادل بنیاد سروس چارجز تجویز کیا گیا ہے اس تجویز کی تشریح اس طرح ہے کہ صارف اپنا مال (بچت سرمایا) بطور قرض بغیر سود جمع کرائے اور بینک وہ مال بغیر ربوا (سود) کے کاروباری لوگوں کو دے دے لیکن

بینک اپنے اخراجات (تنخواہیں، اسٹیشنری اور کرایہ عمارت وغیرہ) پورا کرنے کے لئے حق الخدمت کے بطور ایک یا دو فیصد کمیشن قرض خواہ سے وصول کرے لیکن وہ کمیشن انکے اپنے اخراجات سے زائد نہ ہو۔ اس لئے کہ تجربہ کے مطابق کمیشن میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے اگر کچھ رقم بچ جائے تو بینک وہ رقم کسی رفاہی ادارہ میں جمع کرائیگی۔ یہ تجویز پہلے مسلمان بھی عمل میں لا چکے ہیں اور کامیاب نتائج حاصل کر چکے ہیں۔ اسلام ڈوپلمنٹ اور ایرانی بینکوں میں بھی یہ طریقہ رائج ہے اور چین بھی اس پر عمل کر رہا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ سود کو قابل قباحت نہیں سمجھتا لیکن پھر بھی صنعت وتجارت اور دیگر کاروباروں میں سودی مصیبت سے بچاؤ کے لئے اس پر عمل کر رہا ہے اس لئے وہ بینک صاحب المال کو نصف فیصد منافع (سود) بھی ادا کرتے ہیں۔

اس تجویز میں بظاہر کوئی قباحت نہیں اور آسانی بھی ہے اور اس طریقہ پر کسی سے دھوکے کا امکان بھی ہیں اور معیشت پر بوجھ بھی معمولی پڑتا ہے۔ جبکہ اس وقت سود کی شرح چودہ فیصد ہے جس کی وجہ سے پورا مالیاتی نظام ناکامی کا شکار ہے لیکن جب سروس چارجز ایک یا دو فیصد لیجائیگی تو بوجھ کم ہوگا۔

۲) دوسری تجویز:۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے دوسری تجویز یہ پیش کی ہے کہ قرض وبچت پر انڈیکسز مطلب یہ ہے کہ روپیہ کی قیمت دن بدن گرتی رہتی ہے اور اس کا نقصان پورا کرنے کے سرمایہ پر مناسب انداز سے مناسب شرح فی صد زر تلافی وصول کیا جائے لیکن یہ تجویز شرعا بالکل غلط ہے فقہاء شرع نے لکھا ہے۔

واذ علت الفلوس قبل القبض اور خصت قال ابو یوسف قولی و قول ابی حنیفة فی ذلک سواء ولیس له غیرها خلاصة الفتاوی (صفحہ ۹۴، جلد ۳)

اور عقلا بھی طریقہ موزوں ہے کیونکہ ہر شئی پر مالی کی ایک انداز سے نہیں ہوتی بلکہ مختلف انڈکس تیار کرنے پڑتے ہیں۔ اور اس کی تشخیص میں رشوت اور گھپلا بازی کے قومی شواد ملتے ہیں نیز کرنسی مالیت بھی یکساں نہیں رہتی اندریں صورت حال کسی مقروض کو ذمہ دار کیسے قرار دیا جاسکتا ہے حالانکہ افراط زر میں مقروض کا کوئی حصہ نہیں بلکہ غیر اختیاری عوامل کارفرما ہیں جو مقروض کی طاقت سے باہر ہیں اور افراط زر میں بس اوقات بین الاقوامی عوامل کارفرما ہوتے ہیں جس میں مقروض کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے پھر افراط زر کی اسکو سزا دینا کونسا انصاف ہے یا کہ عقلمندی؟

۳) حصول کرایہ جات کی تجویز:۔

اس تجویز کا مطلب یہ ہے کہ صنعتکاروں کو قرض دینے کی بجائے مشینری اور صنعتی سامان خرید کر کے کرایہ پر دیا جائے جس میں شئی کی اصل قیمت واستعمال نقصان کا اندازہ لگا کر کرایہ طے کیا جائے اس میں کرایہ متعین رقم ہوتا ہے اس لئے بینک کا صنعتکار

کے نفع ونقصان سے تعلق نہیں ہوتا اس طریقہ میں کسی نزاع وغبن کا امکان کم ہوتا ہے باقی مشینری وغیرہ کا بیمہ چند اسلامی ممالک میں شرعی طریقہ پر رائج کیا ہوا ہے صنعتکار خود کراتا ہے تاکہ حادثات کی صورت میں بینک پر بار نہ رہے یہ تجویز شرعی ضوابط کے ماتحت تو نہ ہوسکی گی لیکن اسلامی معیشت کے روح کے ضرور خلاف ہے کیونکہ اسلامی نظریہ دولت کو سرمایہ داروں سے غریبوں کی طرف منتقلی کا حکم کرتا ہے جبکہ اس تجویز میں معین رقم سود کی طرح بلاخوف وخطر سرمایہ داروں کی طرف منتقل ہورہے گی اور ملکی معیشت سود کی طرح ناپسندیدہ بوجھ تلے دبی رہے گی۔

۴) نیلامی کی تجویز:۔

اس میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ بینک ایک مشترکہ ادارہ قائم کریں جو کہ صنعتکاروں کے لائے ہوئے سرمایہ کی اسکیمیں یا خود بینک کی بنائی ہوئی اسکیمیں لاگت کی رقم سے کم نرخ پر مقرر کریں۔ اور اس سے زیادہ واک بولیاں چلیں۔ ہر کاروباری شخص اپنا اپنا منافع سوچ کر بولی دے اس طریقہ پر بینک اور صنعتکار کا معاملہ صاف رہے گا۔ معاملہ طے ہوجانے کے بعد صنعتکار خود نفع اور نقصان کے ذمہ دار ہوگا بینک اور صنعتکار کا معاملہ صاف رہے گا۔ معاملہ طے ہوجانے کے بعد صنعت کار خود نفع اور نقسان کا ذمہ دار ہوگا بینک اس معاملہ میں بالکل آزاد ہوگا۔ صنعتکار سرمایہ چونکہ بینک مہیا کرتا ہے اس لئے صنعت کار اس طریقہ میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے اس اسکیم پر دو اعراض اٹھتے ہیں جن کو اسلام فقہ کے اعتبار پر پرکھنا ازحد ضروری ہے تاکہ پوری صورت حال واضح ہوسکے۔

اعتراض اول:۔

کارخانہ موجود نہیں ہوتا صرف اسکیمی منصوبہ ہوتا ہے۔ جب چیز ہی نہیں تو نیلامی کیسی اس طریقہ پر بیع المعدوم لازم آتی ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

اعتراض دوم:۔

اگر اس طریقہ پر نیلام ہوتا ہے تو یہ نیلامی ملکی معیشت پر بوجھ بنے گا جس کی وجہ سے ملکی معیشت میں کمزوری واقع ہوگی جس کی وجہ سے بے روزگاری اور مہنگائی کساد بازاری جیسی خرابیاں جنم لیں گی اور سودی نظام کی طرح ملکی معیشت تباہ ہوگی۔ اس سے بھی زیادہ کیونکہ سودی لین دین میں شرح سود متعین ہوتی ہے اس نیلام میں تو کوئی حد بندی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے سرمایہ پر بلا حدوحساب بوجھ پڑنے کا امکان ہوتا ہے۔ جس سے غرباء اور مسکین کا استحصال ہوگا جو اسلامی معیشت کی روح کے بالکل خلاف ہے۔

پانچویں تجویز:۔

بلاسود بینکاری کی پانچویں تجویز یہ پیش کی گئی ہے کہ کوئی شخص ایک چیز خرید کر کے طے شدہ منافع پر فروخت کردے مثلاً یوں کہے کہ یہ چیز میں نے ایک سو روپیہ میں خریدی ہے۔ اور تجھے ایک سو دس روپیہ میں فروخت کرونگا اور کچھ مدت کے لئے ادھار کرتا ہوں یہ

تجارت کا قسم شرعاً تو جائز ہے مگر مکروہ ضرور ہے کیونکہ طریقہ بھی سود کی طرح معیشت پر بوجھ بنتا ہے ہاں اسے سود نہیں کہا جا سکتا۔ (بیع المرابح) میں جب طے شدہ رقم مقررہ مدت تک وصول نہ ہو تو مزید اضافہ نہیں ہو سکتا ہاں نادہندہ کہہ کر (نادہندہ قرار دیکر) مختلف سزائیں دی جا سکتی ہیں لیکن مقررہ رقم میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا ہے جیسے کہ سود میں مدت کے اضافہ کو رقم میں اضافہ لازمی ہوتا ہے باقی جن ماہرین نے بیع المرابح والی رقم کو سود کہا ہے وہ درست نہیں مگر مکروہ ضرور ہے۔

۶) قسطوں میں خریداری اور کرایہ مشترکہ کی تجویز:۔

اس میں کہا گیا ہے کہ صنعت کار کو مطلوبہ چیز بینک خرید کر کے دلوائے اور رقم قسطوں بمع کرایہ وصول کرے اس طریقہ پر بینک کے اخراجات بھی وصول ہوتے رہیں گے اور سود سے بھی بچ جائیں گے۔ اس تجویز میں بظاہر تو کوئی شرعی قباحت نظر نہیں آتی لیکن معیشت پر بے جا بوجھ برقرار رہے گا جو کہ اسلامی روح (معیشت) کے برعکس ہے اور عوامی استحصال کا ذریعہ بھی بنتا ہے کیونکہ کرایہ کی صورت میں جو اضافی بوجھ کاروباری شخص پر پڑیگا لازماً اس کا اثر صارفین پر پڑیگا۔ جس کی وجہ سے سودی خرابیاں مہنگائی بے روزگاری اور دوسرے قبائح پیدا ہوں گے اور شرح کرایہ (پرسنٹیج) بھی قانوناً مقرر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے غرباء پر استحصال برقرار رہے گا۔ جو شرعی عادلانہ نظام معیشت کے بالکل برعکس ہے مفلوک الحال افراد کی خوشحالی والا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

۷) اوسط منافع کی شرح پر نفع ونقصان میں شراکت:۔

اس تجویز کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو ہر قسم کے کاروبار کی سرسری شرح نفع طے کرے اور بینک جس کاروباری پارٹی کو قرضہ دے اور مقروض بینک کو سرسری منافع دینے کی پابند رہیں۔ لیکن اگر کاروباری پارٹی یہ دعوی کرے کہ وہ خسارے میں گئے ہیں یا سرسری سطح کا نفع حاصل نہیں ہوا تو ادارہ اس کی درخواست پر غور کرے گا اگر دعویدار اپنی بات کا دلائل سے قائل کر سکا تو بینک اس سے نفع وصول نہیں کرے گا اور نقصان کی صورت میں شریک رہے گا۔

اس تجویز میں شرعاً وعقلاً خرابیاں ہیں۔ عقلی خرابی تو واضح ہے کہ جب کوئی ادارہ پورے ملک میں کاروبار مقررہ شرح منافع پر کریگا تو وہ اس کا بھی مجاز ہوگا کہ رشوت کے زور پر سرمایہ دار اس کو خریدے اور اس منافع کو اپنی مرضی کے موافق متعین کراتا رہے اس سے بھی زیادہ بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہونے کے مواقع پیدا ہوں گے۔ خصوصاً جب اس کو کم منافع اور نقصان قبول کرنے کا اختیار بھی حاصل ہو تو ایسے ادارہ میں کرپشن کے امکانات یقین میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اور اس کی شرعی خرابی یہ ہے کہ شرکت عنان یا مضاربت میں حقیقی نفع اور نقصان کا امکان ہوتا ہے کسی بھی اندازے اور تخمینے کی گنجائش شرعاً ناجائز ہے کیونکہ وجہ نزاع ہونے کا سبب بنتا ہے مذکورہ تجویز میں یہ خرابی بطریق یقین موجود ہے۔

۸)اسلامی نظریاتی کونسل نے آٹھویں تجویز متبادل قرضہ بیان کی ہے:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرض لینے والا جب بھی بینک سے کوئی قرضہ وصول کرے تو قرض کی رقم کا ایک حصہ ایک معین مدت تک بینک کو قرض دے۔ کھاتے دار مقروض اپنی لی ہوئی رقم سے کاروبار چلائے۔ مدت (معین) گذرنے کے بعد وہی رقم بغیر منافع کے واپس کردے اور بینک بھی کھاتے دار سے لی ہوئی رقم سے کوئی کاروبار چلائے اور اس کے حاصل منافع سے اپنے اخراجات پورے کرے مقروض کھاتے دار نے جتنا زائد سرمایہ لیا ہے اس کے تناسب سے بینک لی ہوئی رقم میں اتنی مدت کا اضافہ کرے مثلاً ایک صد روپیہ پر ایک سال میں دس فیصد روپیہ نفع (سود) ہے تو دس برس میں پورے سود کی رقم ایک سو روپیہ ہو جائے گی اس طرح ایک ہزار روپیہ پر ایک سال میں سو روپیہ کمائے گا مطلب یہ ہے کہ مقدار کی کمی بیشی وقت کے حساب سے سود میں برابری پیدا کرتی ہے وقت کی کمی سرمایہ کے بڑھانے سے پوری ہو جائیگی۔

اب اس اصول کے بعد یہ سمجھئے کہ کوئی مقروض شخص ایک سال کے لئے بینک سے ایک ہزار روپیہ قرض وصول کرے تو بینک کو دو سو روپیہ پانچ برس کے لئے دیدے اور ایک سال کاروبار کر کے وہی رقم کسی بھی اضافہ کے بغیر بینک کو واپس کردے اور بینک کو دو سو روپیہ پانچ برس تک استعمال کر کے واپس کردے اس طریقہ پر کسی بھی فریق نے کوئی اضافی رقم ادا نہیں کی اور اپنی اپنی صلاحیت کے موافق نفع بھی حاصل کیا اور کاروبار میں بد دیانتی ونزاع نہیں ہوا۔

یہ طریقہ تمام بینکی معاملات میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور تمام مشکلات سے با آسانی بچا جاسکتا ہے۔ اس تجویز پر شرعی اعتبار سے ایک اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ قرض کے بدلے قرض کی بیع ہے جو ممنوع شرعی ہے حالانکہ یہ اعتراض بیع الدین بالدین کے معنی سمجھنے میں غلطی کرنے سے پیدا ہوا ہے بیع الدین بالدین کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی کو یہ کہے کہ میں تجھے دو ماہ بعد سو من گندم دس ہزار روپیہ میں فروخت کرونگا اور خریدار کہے کہ میں اُس کی رقم تجھے تین ماہ بعد ادا کرونگا۔ تو اس خرید وفروخت میں کوئی معاشی فائدہ نہیں اور نہ ہی کوئی مال حاصل ہوتا ہے اس لئے یہ غبث اور بیکار فعل ہے بلکہ کسی ایک کا بلا وجہ نقصان ہونے کا اندیشہ ہے جو شرعاً صحیح نہیں مثلاً اگر مال کی ادائیگی کے وقت گندم مہنگی ہو جائے تو بیچنے والے کا خوامخواہ کا نقصان ہوگا۔ اور اگر مارکیٹ میں گندم کا بھاؤ گر جائے تو خریدار کا نقصان ہوا اور فضول بوجھ برداشت کرنا پڑیگا۔ اس لئے شرعاً ایسا معاملہ ناجائز اور ممنوع ہے۔ لیکن مذکورہ تجویز میں فریقین کو فوری رقم حاصل ہوتی ہے جس سے ہر فریق اپنی اپنی صلاحیت کے موافق حاصل کرتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سود جیسی لعنت سے نجات ملتی ہے۔

دوسرا شرعی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرضہ دیکر مقروض سے کسی بھی قسم کا منافعہ حاصل کرنا ربوا (سود) ہے۔ جیسا کی فقہاء کا اصول ہے اور حدیث بھی ہے۔

کل قرض جر نفعا فھو ربوا.

قرض جو بھی نفع لائے وہ سود ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ ضمناً نفع حاصل ہونا ممنوع نہیں مثلاً ایک شخص اپنی رقم کسی شخص کو اپنے شہر یا باہر بطور قرض دیتا ہے تا کہ اس سے اپنے وطن میں با حفاظت رقم واپس لے سکوں اور گم ہونے اور لٹ جانے کے خطرہ سے بھی بچ جاؤں تو یہ نا جائز نہیں کہ رقم رکھنے والا شخص اس سے نفع حاصل کرے اور وطن میں اصل مالک کو وہ رقم لوٹا دے یہ جائز ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کوئی شخص مقروض سے بطور رہن کوئی گھوڑا یا بھینس وغیرہ لے لے اور ان کو گھاس پانی کھلائے پلائے اور راہن کی اجازت سے دودھ اور سواری حاصل کرے تو یہ نفع ضمنا حاصل کرنا حرام نہیں اس طرح متبادل قرضی نظام سود جیسی قبیح چیز سے بچنے کے لئے بہتر اولی ہے۔ اور ضمنی نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ اس تجویز پر ایک فنی اعتراض بھی کیا جاتا ہے۔ فنی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ایک ہزار روپیہ ایک سال کے لئے بینک صارف کو دیتا ہے اور اس سے دوسو روپیہ پانچ سالوں تک لیتی ہے صارف اور بینک کا توازن برقرار نہیں رہتا کیونکہ صارف پر ایک ہزار روپیہ کے ہوتے ہوئے کوئی مالی بوجھ نہیں پڑتا جبکہ بینک کو پانچ سالوں میں اپنے اخراجات پورے کرنے ہوتے ہیں اس لئے بینک نقصان میں رہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تجربہ سے صحیح انداز لگ سکے گا کہ دوسو روپیہ کتنی مزید مدت کے لئے بینک کو قرض دیئے جائیں۔ تا کہ وہ اپنے اخراجات نکال سکے۔ اور صارف جتنا بھی فائدہ حاصل کرتا ہے اس کے لئے پانچ سال کی حد بندی نہیں جو طے شدہ ہو بلکہ کمی بیشی کی جاسکتی ہے اس لئے لغو ہے۔

دوسرا فنی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرض لینے والے کے پاس اگر متبادل رقم نہ ہو تو عملی درآمد کیسے کیا جاسکتا ہے؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ بینک اپنے گاہک کے کھاتہ میں ایک ہزار روپیہ کی بجائے بارہ سو روپیہ کا قرض دے ایک ہزار کھاتہ دار کو دیدے اور دوصد روپیہ مقروض کے کھاتے میں جمع کرے اور ایک سال کے بعد مقروض بارہ سو روپیہ واپس کرے باقی ماندہ دوصد روپیہ پانچ صد گزرنے کے بعد بینک کھاتے میں جمع کرے اور اس طرح آسانی سے اس مشکل کا حل ہو جائے گا۔

۹) خصوصی قرضہ:۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے نویں تجویز خصوصی قرضہ دینا بتائی ہے۔ اس کا مطلب تو گذشتہ تجاویز میں سروس چارجز وغیرہ میں بیان ہوا ہے متبادل قرضہ کے علاوہ تمام تجاویز معاشی نظام پر فٹ نہیں آتیں بلکہ بعض مواقع پر تو نا قابل عمل ہیں اس لئے جہاں پر ان تجاویز میں عمل کرنا مشکل ہوگا وہاں پر خصوصی قرضے والی اساس پر عمل کیا جائے گا اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ بینک وہ قرضہ محض سروس چارجز پر دیگی۔ جتنا قرضہ بینک صارفین اور حکومت کو مجبوراً اداء کریں اتنا قرضہ اسٹیٹ بینک دوسرے بینکوں کے بغیر سروس چارجز کے ادا کریں اس کا خلاصہ اس طرح سمجھئے کہ دوسری تجاویز عملی پروگرام میں سروس چارجز و متبادل قرضے کی محتاج ہیں ان دو تجاویز کے شامل کئے بغیر پوری معیشت پر نا قابل عمل ہیں تو پھر دوسری تمام تجاویز کو قابل عمل بنانا سہارے کا محتاج ہوگا۔

۱۰) نفع ونقصان میں شراکت:۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے دسویں تجویز نفع ونقصان میں شراکت بیان کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ بینک اور کھاتہ دار میں مشترک ہو باہمی رضامندی سے نفع اور نقصان کا سرمایہ کے تناسب سے حصہ مقرر کیا جائے یہ تجویز فقہ اسلامی میں پوری وضاحت سے بیان کی گئی ہے اسے فقہی اصطلاح میں شرکت عنان کہا جاتا ہے اسلامی کا پورا مالی وغیر مالی نظام سچائی وعدالت پر قائم ہے اس لئے شرکت عنان میں دیانت وامانت کی اشد ضرورت ہے ورنہ پورے فوائد حاصل کرنا ناممکن ہوگا۔

موجودہ حالات میں آڈٹ کا طریقہ زیادہ پختہ کرنا اشد ضروری ہے اور بینکوں کی طرف سے معتمد علیہ پختہ آڈیٹر مقرر کرنا اور وقتاً فوقتاً غیر جانبدار انسپکشن ٹیمیں تشکیل دینا اور ان کی انتھک مخلصانہ کوششوں سے کسی حد تک مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن مستقبل کی طویل منصوبہ بندی، دیانت، تقوی، حصول رزق حلال کی تبلیغ وترغیب اشد ضروری ہے اور حرام خوری، بددیانتی اور دوسری دینوی اور اخروی خرابیوں سے بچنے کے لئے مسلسل وعظ وتبلیغ کی کوشش بھی جاری رکھنی چاہیے۔ تاکہ ترغیب وترتیب کا پورا پورا فائدہ مل سکے اوصالح اسلامی معاشرہ قائم ہوسکے اور شرکت عنان اور مضاربت کے لئے بہتر راہ پیدا ہوسکے کیونکہ اسلام میں دونوں طریقے پسندیدہ ہیں۔

موجودہ سودی نظام کے بدلنے کا طریقہ:۔

موجودہ سودی نظام کو یکسر تبدیل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل چار طریقے رائج کئے جائیں

۱) سروس چارجز

۲) متبادل قرضہ

۳) شرکت عنان

۴) مضاربت

ان چار طریقوں میں پہلے دو کی بتدریج حوصلہ شکنی کی جائے اور ان کی جگہ پر دوسرے دو (شرکت عنان ومضاربت) طریقے رائج کرنے کی ترغیب اور مخلصانہ کوشش کی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ملکی معیشت خالص اسلامی معیشت میں تبدیل ہوجائے گی۔ اور سودی استحصالی نظام کا خاتمہ ممکن ہوجائے گا بلکہ یقیناً نظام ظلم ختم ہوجائے گا۔ کوئی شخص خدا کے سواء کسی کا محتاج نہیں رہے گا۔ اور کسی غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا نہ رہے گا اور پورے ملک سے ظلم وبربر بددیانتی اور رشوت چوری اور ڈاکہ لوٹ کھسوٹ کساد بازاری اور ذخیرہ اندوزی کا نام ونشان تک باقی نہ رہے گا۔ یہ تجویز کوئی خیالی تخلیق نہیں ہے بلکہ عملی دنیا میں قابل عمل و لائق اعتماد ہے اور خداوندی پروگرام ہے۔ وعلی اللہ فلیتو کل المومنون۔ کسی عقل مند آدمی کا قول ہے کہ کوئی شخص تم سے اگر کوئی مشورہ طلب کرے کہ یہ کام کروں تو تجھے محتاط مشورہ دینا چاہیے۔ کہ یہ کام نہ کر ایسے مشورہ دینے سے وہ مشورہ لینے والا شخص تجھ

سے کبھی شاکی نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ کام نہ کرنے میں نقصان پہلو ہی معدوم رہے گا۔ تو پھر شکایت کیسی۔ سو اس قول کے مطابق ماہرین معاشیات بھی انکاری جواب مرحمت فرمارہے ہیں۔ تاکہ نئے پروگرام بالفرض فیل ہونے کی صورت میں ان پر کوئی ملامت وطعن نہ آئے۔ باقی غیرت ایمانی وحکم خداوندی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ سودی نظام ظلم ہے اس یکسر ختم کیا جائے۔

ہر چہ بادا باد. ماکشتی اندر بحر انداختم۔

جب ابتداء حرمت سود کا قرآنی حکم نازل ہوا تھا۔ اس وقت بھی سودی اور سرمایہ دارانہ نظام رائج تھا اس کے ختم کرنے میں کتنا وقت صرف ہوا اور کتنی کمیشنیں اور کمیٹیاں بنائی گئیں اگر ایسا نہ کیا گیا تو کونسا آسمان پھٹا اور کونسے پہاڑ گرے؟ کہ اب طرح طرح کی بہانہ تراشیاں ہورہی ہیں۔ اور قسم قسم کی نئی نئی احتیاطی تدابیر لائی جارہی ہیں یہ سب کچھ شیطانی فریب دہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ یقیناً قرآنی آیات الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء والمنکر (الایۃ) صحیح ہے اور موجودہ اللے تللے بنانا اسکی جیتی جاگتی تصویر ہے ہاں ابتداء میں کچھ مشکلات کا سامنا ضرور ہوگا۔ مگر تجربہ اور ترمیم سے اس کو حل کرنا مشکل نہیں۔ ع

ہیش مشکلے نیست کہ حل نشود۔

مگر غور تو کریں دنیا کا کونسا کام ہے جس میں تبدیلی اور ترمیم نہ ہوئی ہو آپ موٹر کار کی مثال ہی کو لیں کہ اس کا وجود کتنی تبدیلیوں اور ترمیمات سے گذرا ہے اور موجودہ صورت میں تیار ہوا ہے مثلاً پہلے پہل تانگے سے گھوڑا لگا کر مشین (انجن) فٹ کیا گیا پھر اس کے عجیب وغریب ماڈل تیار ہوئے رفتہ رفتہ تبدیلی اور ترمیم کی منازل طے کرتے ہوئے آج کی تیز رفتار موٹر کار کی صورت اختیار کی ہے اب بھی مزید تبدیلیاں ہونگی کیونکہ تجربہ کا تقاضا ہے بھی یہی جس کو صرف مالک الملک عالم الغیب خالق الارض والسماء پوری طرح جانتا ہے اس طرح سودی تانگہ گاڑی میں ترمیم وتبدیلی لاکر تیز رفتار اسلامی معیشت کی گاڑی وجود میں لائی جاسکتی ہے۔ ماعلی اللہ یعزیز۔ اور رہتی دنیا تک ایک مینار ہدایت ثابت ہوسکتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے سودی ظالمانہ نظام سے نجات مل سکتی ہے اور معاشرے سے بڑی بڑی برائیاں ختم کی جاسکتی ہیں کیونکہ نظام الٰہی اس طرح ہے۔

والذین جاھد افینا لنھدینھم سبلنا (القران الحکیم)

عمومی شبہات اور ان کا حل:

اعتراض نمبرا:۔

غیر سودی نظام پر پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر سرمایہ جمع کرنے پر سودی ترغیب نہ ہوگی تو لوگ بچت کی طرف توجہ نہ دیں گے جب سرمایہ جمع نہ ہوگا تو بہت سے ترقیاتی کام رک جائیں گے۔

حل نمبرا:۔ صحت مند معاشی نظام ایک جگہ سرمایہ جمع کرنے سے پیدا نہ ہوگا بلکہ اس کی پورے معاشرے میں منصفانہ طور پر

پھیل جانے سے ہوگی۔ جس کی وجہ سے معاشرہ سے بھوک اور افلاس و بیماری وغیرہ ختم ہو سکے گی باقی ارتکاز دولت بایں معنی کہ بھوک و افلاس میں تڑپتے انسان بھی ہوں تو اس کا کیا فائدہ ہے کہ سرمایہ جمع کرنے کا شوق زندہ رکھا جائے۔

حل نمبر۲:۔ اگر معاشرے میں دولت کی منصفانہ گردش نہ ہوگی تو لوگوں میں قوت خرید کم ہو جائے گی۔ اور جن لوگوں میں قوت خرید ہوگی تو وہ سود کے بڑھانے کی فکر لگی ہوگی اس سے کیا خریداری ہوگی مارکیٹنگ مندہ ہوگی اور باقی کھپت کم ہوگی جس سے کساد بازاری پیدا ہوگی جس کی بدولت صنعت کار پیداوار کم کریں گے۔ اور آہستہ آہستہ سرمایہ ہلاک ہونا شروع ہو جائے گا۔ جس کا لازمی نتیجہ مزدوروں کی چھانٹی ہوگا۔ جس کی وجہ سے بے روزگاری اور معاشی بدحالی بڑھتی چلی جائے گی۔

حل نمبر۳:۔ یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ لوگ سود کی ترغیب پر سرمایہ جمع کرتے ہیں بلکہ جب آمدنی کھپت سے زیادہ ہوگی۔ تو بچت بھی ہوگی ورنہ مفلس آدمی کس ترغیب سے سرمایہ بچت کرے گا۔ جس شخص کو قوت لایموت ہی میسر نہ ہو کیا خاک کریگا؟ اگر بچت کروانا ہی ہے تو معاشرہ سے ظالمانہ سودی استحصالی نظام ختم کرنا ہوگا ورنہ پورا معاشرہ سودی بوجھ تلے دبتا ہی چلا جائے گا۔ اس ماحول میں ترقی تلاش کرنا محنت سے اولاد پیدا ہونے کی توقع والی خوش فہمی ہے جب معاشرہ سے غیر ضروری (سودی) بوجھ ختم ہوگیا تب بھی ترقی کی راہیں کھلنا شروع ہونگی جب معاشرہ خوشحال ہوگا۔ تو بچت بھی ہوگی اور وہ بچت بینکوں میں جمع ہوگی اس دور میں زمین گڑھے کھود کر سونا چاندی دفن کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

حل نمبر۴:۔ جس وقت ملکی صنعت و تجارت سودی بوجھ سے آزاد ہوگی تو وہ صنعت بین الاقوامی مارکیٹ میں سودی ملکوں کی مصنوعات سے بہتر طریقہ پر مقابلہ کر سکے گی اور کم لاگت کی بدولت غیر ممالک میں ملکی صنعت شوق اور چاہت کا سبب بنے گی جس کی وجہ سے ملک برآمدات میں اضافہ ہوگا اور ملک و قوم خوشحالی کی دولت سے مالا مال ہونگے۔

آجکل دنیا میں برآمدات کا بڑھانا بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے اور بڑی اہمیت کا حامل ہے اس کا حل صرف اور صرف سودی نظام کا خاتمہ ہے جب ملکی برآمدات میں اضافہ ہوگا تو فی کس آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ جس سے بچت سرمایہ ممکن ہوگا اور بینکاری نظام ترقی پا سکے گا۔

حل نمبر۵:۔ ملکی صنعت کے بیمار کارخانے جو بند پڑے ہیں اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو بند رہنے کی وجہ صرف سودی بوجھ ہوگا اگر یہ غیر ضروری تکلیف ختم ہو جائے تو پوری بیمار صنعت روبصحت ہوگی اور ثمر آور بھی ہوگی۔ وطن عزیز میں پیداوار اور روزگار کے مواقع میسر ہوں گے۔ اور آسودگی و خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ جس سے بچت ہوگی۔ اور بچت سرمایہ سے بینکوں کا نظام بھی مضبوط ہوگا۔

حل نمبر۶:۔ بینکوں میں جمع سرمایہ افراط زر کی وجہ سے دن بدن اپنی قوت خرید کم کر رہا ہے۔ اور افراط زر کی شرح سودی

شرح سے بہت اونچی چلی گئی ہے۔جس کی وجہ سے سود ملنے کے باوجود بینکار خسارے کا شکار ہیں مثلاً آجکل شرح سود سات فیصد ہے اور افراط زر تقریبا بارہ فیصد ہے اس حساب سے خسارہ معلوم کرنا بہت آسان ہے اگر ملک غیر سودی معاشی نظام قائم کیا جائے تو تمام ماہرین معاشیات اس بات پر متفق ہیں کہ افراط زر صفر (زیرو) فیصدی ہوگی۔

جب افراط زر ختم ہوگا تو صنعت کار غیر ضروری سودی خسارہ سے محفوظ بھی ہوگا اور بچت سرمایہ بھی ہوگا۔کیا اس طریقہ میں بھی کوئی فائدہ نظر آتا ہے کہ بینکار سات فیصد سود ایک ہاتھ میں حاصل کرے اور دوسرے ہاتھ سے بارہ فیصد افراط زر کا مال اداء کرے؟؟ ہرگز نہیں اس میں تو سوائے نقصان کے اور کچھ بھی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

زین لهم الشیطان اعمالهم فصد هم عن السبیل. الآیة

حل نمبر ۷:۔افراط زر ختم ہونے سے قیمتوں میں استحکام پیدا ہوگا۔مناسب قیمتوں کی وجہ سے ملک کے باشندوں میں قوت خرید بڑھے گی اور مالی کھپت بھی بڑھ جائے گی اور مستحکم بین الاقوامی مارکیٹ میں صحتمند مقابلہ کر سکے گا جس کی بدولت فارن ایکسچینج (کرنسی) بھی زیادہ ہوگی دریں صورت ملکی قرضہ جات کی ادائیگی بھی بڑھ سکی گی۔

اعتراض نمبر ۲:۔

غیر سودی بینکاری پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر ملک ملک میں خدانخواستہ قحط (فقروفاقہ) بڑھ جائے یا کہ جنگ چھڑ جائے تو حکومت بغیر سودی ترغیب کے سرمایہ کیسے جمع کرے اسکا حل یہ ہے۔

حل نمبر ۱:۔جنگ دائمی تو ہوتی نہیں ہمارے ملک میں اب تک پنتالیس (۴۵) برسوں میں باقاعدہ دو جنگیں ہوئی ہیں ایک غیر اعلان شدہ فوجی جھڑپ ۱۹۴۸ء میں کشمیری محاذ پر ہوئی اور دوسری ۱۹۶۵ء میں ہوئی لہذا اتفاقی وحادثاتی (قحط و جنگ) قصہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے قومی ترقی کو سودی استحصالی نظام تلے دبائے رکھنا کونسی عقلمندی ہے آج کل کے ایٹمی دور میں اگر کوئی ملک ارادہ جنگ کریگا۔تو جنگ سے پہلے سو بار غور وفکر کریگا کہ ایٹمی جنگ جیتنا آسان کھیل نہیں ہے بلکہ حملہ آور ملک اور دفاعی ملک پوری تباہی کا منظر دیکھیں گے۔اس خوف وخطرہ کے پیش نظر پوری جارحیت ناممکن ہے۔

حل نمبر ۲:۔اس کے باوجود بھی اگر حکومت کو بے تحاشہ جمع کرنے کی ضرورت پیش آئے تو تناسب سے ٹیکسز میں چھوٹ دیکر سرمایہ جمع کیا جاسکتا ہے۔خوانخواہ سودی ترغیب کا سہارا لینا دانشمندی نہیں ہے۔

حل نمبر ۳:۔محاذ جنگ پر اپنے وطن عزیز کے نوجوان خاک وخون میں ہونگے۔ان مجاہدین کے عزیز واقارب بے دریغ سرمایہ فراہم کریں گے۔اور اپنے آپ کو بھوکا پیاسا رکھیں گے۔لیکن محاذ جنگ پر کمی نہ ہونے دیں گے۔لیکن محاذ جنگ پر کمی نہ ہونے دیں گے۔اور مالی احتیاجی حتی المقدور ختم کریں گے اگر کسی کا عزیز محاذ جنگ پر نہ بھی ہو تو قومی اور ملی غیرت اس کو بھی

خاموش رہنے نہ دے گی۔

اعتراض نمبر۳:۔

غیر سودی نظام پر تیسرا اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر بینکار کو سودی لالچ نہ ہو تو نجی شعبہ میں بینکوں کا قیام رک جائے گا۔ اور مالی لین دین میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔

حل نمبر۱:۔

اس اعتراض کا پہلا خواب تو یہ ہے۔ کہ یہ ہمارے ملک میں سات آٹھ بینکوں کا قیام ہے تو ہر شوہر اور ہر قصبہ میں ان کی شاخیں بھی قائم ہیں اور تمام بینکوں کے فوائد وقواعد بھی یکساں ہیں تو دریں حال خواہ مخواہ بینکوں کی بھیڑ لگانا غیر ضروری اور فضول ہے۔

حل نمبر۲:۔

سود کے ختم کرنے کے بعد بینکوں کی آمدنی ختم نہ ہوگی۔ بلکہ غیر سودی کاروبار مثلاً ترسیل زر ترسیل مالی ائیر پورٹ، بندرگاہ پر اپنے گاہک کا مال چھڑانا اور بھجوانا باقی رہے گا۔ اور فارنس کرنسی ایکسچینج وغیرہ جیسے مفید کام باقی رہیں گے۔ جن کی بدولت کمیشن سرچارج سرچارجز وغیرہ کی آمدنی ہوتی رہے گی۔ بلکہ قرضہ کے بدلے قرض والی تجویز کے تحت بینکوں میں طویلہ المدت سرمایہ جمع رہے گا۔ جسے بینک اپنے مالی اخراجات وکاروبار میں باآسانی استعمال کرسکیں گے اور بڑے بڑے شہروں میں کنسٹرکشن کمپنیز بھی چلاتی رہیں گی۔ جس سے بڑے فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اعتراض نمبر۴:۔

غیر سودی بینکاری نظام چوتھا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ بیرونی دنیا میں سودی کاروبار چل رہا ہے۔ اس سے لین دین برقرار رکھنا کیسے ہوسکتا ہے اس کا سیدھا سا جواب تو یہ ہے۔

حل نمبر۱:۔

کہ اسلامی بلاک میں اسلامک ڈویلمنٹ بینک کاروبار کررہی ہے۔ اور وہ غیر سودی نظام کے تحت چل رہا ہے یہ سہولت ایسی ہے۔ کہ تہائی دنیا سے مالی تعاون برقرار رکھا جاسکتا ہے باقی رہے غیر اسلامی مما لک ان میں جرمنی اور فرانس میں توالکٹیوٹی یعنی منفعت کی بنیاد پر بینک قائم ہیں اور چین میں بھی سروس چارجز دوصدی بنیاد پر کاروبار چلتا ہے یہاں پر شرعی سبیل نکل سکتی ہے باقی مما لک میں دارالحرب والے اصول کے تحت سودی لین دین والے جواز غور ہوسکتا ہے۔ جیسے کہ ردالمختار میں صفحہ ۱۸۸ اور جلد۴ میں ہے۔

ولا ربا بين حربي ومسلم مستامن ولو يعقد فاسد او قمار ثمه لان ماله ثمه مباح فيحل برضاه مطلقا

بلا عذر خلافا للثانی والثالثہ.

پھر بھی ان سب کے باوجود اگر قرض کیا جاوے کہ دوسرے ممالک سے سودی کاروبار کرنا بھی پڑیگا۔تو پھر کیا پورا حرام وناجائز کاروبار ختم کرنا ہو سکے تو جتنے حرام سے ممکن ہووہ بھی نہ ہواور گلوخلاصی بھی نہ ہو یہ تو کوئی عقلمندی نہ ہوگی اور نہ ہی دوراندیشی ہوگی۔ **واللہ المستعان .**

......☆☆☆☆☆......

خوشخبری

اسلامی لٹریچر کے شائقین ،طلباء کرام اور علماء حضرات کے لئے المباحث الاسلامیہ کی طرف سے خوشخبری ہے کہ مجلّہ کے اب تک کے کل شمارہ جات کا سیٹ رعایتاً پیش کیا جاتا ہے۔

آیئے ،آگے بڑھیں اور اس پیشکش سے فائدہ اُٹھائیں۔

32 شماروں کی کل قیمت :-/1920 روپے
رعایتی قیمت :-/1280 روپے
بچت :-/640 روپے

برائے رابطہ: مولانا سید ابراراللہ شاہ
موبائل نمبر: 0302-3524251
آفس نمبر: 0928-331353